مرثیہ ۱

بخدا فارسِ میدانِ تہور تھا حُر
نارِ دوزخ سے ابوذر کی طرح حُر تھا حُر
ایک دو لاکھ سواروں میں بہادر تھا حُر
گوہرِ تاجِ سرِ عرش ہو وہ دُر تھا حُر
ڈھونڈھ لی راہِ خدا کام بھی کیا نیک ہوا
پاک طینت تھی تو انجام بھی کیا نیک ہوا

۲
واہ رے طالعِ بیدار زہے عزت و جاہ
پیشوائی کو گئے آپ شہِ عرش پناہ
حُر پہ کیا فضلِ خدا ہو گیا اللہ اللہ
خضرِ قسمت نے بتا دی اُسے فردوس کی راہ
مدتوں دور رہے جو وہ قریب ایسا ہو
بخت ایسے ہوں، اگر ہو تو نصیب ایسا ہو

۳
نار سے نور کی جانب اُسے لائی تقدیر
شافعِ حشر نے خوش ہو کے بحل کی تقصیر
ابھی ذرہ تھا ابھی ہو گیا خورشیدِ منیر
تکیۂ زانوئے شبیرؑ ملا وقتِ اخیر
اوج و اقبال و حشم فوجِ خدا میں پایا
جب ہوا خاک تو گھر خاکِ شفا میں پایا

۴
اللہ اللہ حرِ صفدر و غازی کا نصیب
ہجر میں لطفِ ملاقات کا دوری میں قریب
جانِ محبوبِ الٰہی جسے فرمائے حبیب
وہی کام آتے ہیں محسن کے جو ہوتے ہیں نجیب
صدقے ہو جائے اسے عشقِ دلی کہتے ہیں
اس کو دنیا میں سعیدِ ازلی کہتے ہیں

۵
آیا کس شوق سے کعبے کی طرف چھوڑ کے دَیر
حق نے لکھ دی تھی جو تقدیر میں فردوس کی سیر
کوئی حضرت کا یگانہ بھی نہ سمجھا اسے غیر
فتنہ و شر سے بچا ہو گیا انجام بخیر
ذکرِ خیر اس کے موئے پر بھی ہوئے جاتے ہیں
عملِ نیک ہر اک وقت میں کام آتے ہیں

۶
کفر کی راہ سے کنارہ تھا جو وہ نیک طریق
تھے تو لاکھوں پہ کسی کو بھی ہوئی یہ توفیق
کس بشاشت سے ہوا رہبرِ ایماں کا رفیق
خلق طینت میں ہے جس کی وہی ہوتے ہیں خلیق
اوج دیندار کو بے دیں کو سدا پستی ہے
اصل جس تیغ کی اچھی ہے وہی کستی ہے

۷
کیوں نہ بالیدہ ہو اس کا چمنِ جاہ و جلال
ہو گیا فاطمہؑ کے باغ میں آتے ہی نہال
جس کو سرسبز کرے خود اسد اللہ کا لال
وہ ثمر پائے کہ پہونچے نہ جہاں دستِ خیال
کھل گیا غنچۂ دل عذر جو منظور ہوئے
صورتِ برگِ خزاں دیدہ، گنہ دور ہوئے

۸
حر کہاں اور کہاں احمدِ مرسل کا خلف
دل صفا ہو گیا سینے میں تو پائے ہیں شرف
بخت نے دَیر سے پہونچا دیا کعبے کی طرف
جبکہ آنکھیں ہوئی حق بیں تو ملا دُرِّ نجف
نیک جو امر ہیں دل پر وہی ٹھن جاتے ہیں
جب خدا چاہے تو بگڑے ہوئے بن جاتے ہیں

۹
وصفِ حُر میں ہے زباں معترفِ عجز و قصور
جب ہوئی مستعدِ جنگ سپاہِ منصور مقہور
آمد آمد کی بہادر کا سنو اب مذکور
مہرِ افلاکِ امامت نے کیا رن میں ظہور
غل ہوا جنگ کو اللہ کے پیارے نکلے
اے فلک دیکھ زمیں پر بھی ستارے نکلے

۱۰
کیا کہوں شانِ جوانانِ جنودِ اللہ
باندھی شیروں نے صفِ جنگ میانِ جنگاہ
کوئی ہم خلعتِ خورشید کوئی غیرتِ ماہ
چمنِ خلد سے کرنے لگیں حوریں بھی نگاہ
واں لعینوں نے درِ ظلم و ستم کھولدیا
بڑھ کے عباسؑ نے یاں سبز علم کھول دیا

۱۱
ہو گئے سرخ شجاعت سے رخِ آلِ نبیؐ
رن میں کڑکا ہوا بجنے لگے باجے عربی
آئی ٹھنڈی جو ہوا بھول گئے تشنہ لبی
یکہ تازوں نے کیا شورِ مبارز طلبی
اک گھٹا چھا گئی ڈھالوں سے سیہ کاروں کی
برق ہر صف میں چمکنے لگی تلواروں کی

۱۲
برچھیاں تول کے ہر غول سے خوں خوار بڑھے
تیر جوڑے ہوئے چلّوں میں کماں دار بڑھے
نیزے ہاتھوں میں سنبھالے ہوئے اسوار بڑھے
بولے شہ یاں سے ابھی کوئی نہ زنہار بڑھے
اسدِ حق کے گھرانے کا یہ دستور نہیں
میں نبیؐ زادہ ہوں سبقت مجھے منظور نہیں

۱۳
یہ سخن سن کے مخاطب ہوئے اعدا سے امام
تم پہ کرتا ہے حسینؑ آخری حجت کو تمام
اے سپاہِ عرب و روم و رے و کوفہ و شام
پسرِ مصحفِ ناطق ہوں سنو میرا کلام
سخنِ حق کی طرف کانوں کو مصروف کرو
شور باجوں کا مناسب ہو تو موقوف کرو

۱۴
یہ صدا سنتے ہی خود رک گیا قرنا کا خروش
ہو گیا جوڑ کے ہاتھوں کو جلاجل خاموش
تھم گیا طبلِ دغا کی بھی وہ آواز کا جوش
کیا بجاتے کہ بجاتے نہ کسی شخص کے ہوش
چھیڑنا اُن کے سرودوں کا بھی ناساز ہوا
رعبِ فرزندِ نبیؐ سرمۂ آواز ہوا

۱۵
کم ہوا غلغلۂ فوجِ ستم جب اک بار
صف کشی کس پہ ہے یہ اے سپہ ناہنجار
یوں گہر بار ہوئے شہ کے لبِ گوہر بار
قتلِ سادات کی لشکر میں یہ کیسی ہے پکار
وطن آواروں پہ یہ قرق ہے کیوں پانی کا
کیا زمانے میں یہی طور ہے مہمانی کا

۱۶
مجھ کو لڑنا نہیں منظور یہ کیا کرتے ہو
کیوں نبیؐ زادے پہ غربت میں جفا کرتے ہو
تیر جوڑے ہیں جو تم نے تو خطا کرتے ہو
دیکھو اچھا نہیں یہ ظلم بُرا کرتے ہو
شمعِ ایماں ہوں اگر سر مرا کٹ جائے گا
یہ مرقع ابھی اک دم میں الٹ جائے گا

۱۷
میں ہوں سردارِ شبابِ چمنِ خلدِ بریں
میں ہوں انگشترِ پیغمبرِ خاتم کا نگیں
میں ہوں خالق کی قسم دوشِ محمدؐ کا مکیں
مجھ سے روشن ہے فلک مجھ سے منور ہے زمیں
ابھی نظروں سے نہاں نور جو میرا ہو جائے
محفلِ عالمِ امکاں میں اندھیرا ہو جائے

۱۸
قلزمِ عز و شرف کا دُرِ شہوار ہوں میں
آج گو مصلحتاً بیکس و ناچار ہوں میں
سب جہاں زیرِ نگیں ہے وہ جہاندار ہوں میں
وارثِ احمدِ مختار کا مختار ہوں میں
بہ خدا دولتِ ایماں اِسی دربار میں ہے
سب بزرگوں کا تبرک مری سرکار میں ہے

۱۹ یہ قبا کس کی ہے بتلاؤ یہ کس کی دستار
بر میں کس کا ہے یہ چار آئینۂ جوہر دار
یہ زرہ کس کی ہے پہنے ہوں جو میں سینہ فگار
کس کا رہوار ہے یہ آج میں جس پر ہوں سوار
کس کا یہ خود ہے یہ تیغِ دو سر کس کی ہے
کس جری کی یہ کماں ہے یہ سپر کس کی ہے

۲۰ جنگ آئے گا تو رکنے کا نہیں پھر شبیرؑ
چل سکیں گے نہ تبر مجھ پہ نہ تلوار نہ تیر
ایک حملے میں فنا ہوں گے یہ دو لاکھ شریر
کاٹ جائے گی گلے سب کے یہ برّاں شمشیر
شیر ہوں لختِ دلِ غالبِ ہر غالب ہوں
میں جگر بندِ علیؑ ابنِ ابی طالب ہوں

۲۱ مجھ کو ہوتا نہ اگر بخششِ امت کا خیال
تھام سکتا تھا بجامِ فرسِ برق مثال
روکتا مجھے رستہ میں یہ حُرؑ کی تھی مجال
پوچھ لو دیکھا ہے سب نے مرے تیغوں کا جلال
گفتگو میں سپر اس کی جو نہ ہم ہو جاتے
ہاتھ اک وار میں پہونچوں سے قلم ہو جاتے

۲۲ غیظ سے ہاتھ چباتے تھے علیؑ کے دلدار
انگلی پڑتی تھی جگر بندِ حسنؑ کی تلوار
تیغے تولتے تھے عونؑ و محمدؑ ہر بار
میں نے جب سر کی قسم دی تو ٹرکے وہ جرار
چلتی تلوار تو جنگل تہ و بالا ہوتا
پھر نہ حُرؑ خلق میں ہوتا نہ رسالا ہوتا

۲۳ تھا یہ بپھرا ہوا عباسؑ مرا شیرِ جواں
میں یہ کرتا تھا اشارہ کہ نہ اے بھائی جاں
سینۂ اعدا پہ رکھے دیتا تھا نیزے کی سناں
رحم لازم ہے ہمیں ہم ہیں امامِ دو جہاں
کچھ تردد نہیں سر تن سے اتارا جائے
کوئی بندہ نہ مرے ہاتھ سے مارا جائے

۲۴ گرچہ یہ امر نہیں اہلِ سخا کے شایاں
پوچھ لو حُرؑ تو ہے موجود عیاں راچہ بیاں
گر کسی شخص کو کچھ دے کے کرے سب پہ عیاں
اسی جنگل میں مع فوج تھا یہ تشنہ دہاں
شور تھا آج چلیں جسم سے جانیں سب کی
منہ کے باہر نکل آئی تھیں زبانیں سب کی

۲۵ زیست ہر شے کی ہے پانی سے شجر ہو کہ بشر
میں نے عباسؑ دلاور سے کہا گھبرا کر
مجھ سے دیکھا نہ گیا میں تو سخی کا ہوں پسر
مشکوں والے ہیں کہاں اونٹ ہیں پانی کے کدھر
کرمِ ساقیِ کوثر کو دکھا دو بھائی
جتنا پانی ہے وہ پیاسوں کو پلا دو بھائی

۲۶ رہ نہ جائے کوئی گھوڑا کوئی ناقہ بے آب
سقے مشکیزوں کے منہ کھول کے آ پہونچے شتاب
چھاگلیں جلد منگاؤ مرا دل ہے بے تاب
متوجہ ہوا میں خود کہ وہ تھا کارِ ثواب
چین آیا نہ مجھے بے انھیں آرام دیے
تھا جو اک جام کا پیاسا اسے دو جام دیے

۲۷ تھی یہی فصل یہی دھوپ یہی گرم ہوا
تشنہ کاموں کا یہ مجمع تھا کہ ملتی نہ تھی جا
ٹھنڈے پانی پہ گرے پڑتے تھے حُرؑ کے رفقا
سقے بھر بھر کے کٹوروں کو یہ دیتے تھے صدا
بھائیو آؤ جو پانی کی طلب گاری ہے
چشمۂ فیضِ حسینؑ ابن علیؑ جاری ہے

۲۸
آب شیریں کا جو دریا ہوا جنگل میں رواں — فرس و اشتر و قاطر نہ رہے تشنہ دہاں
شکر کرنے لگے تر ہو گئی ہر خشک زباں — پانی پی پی کے دعائیں مجھے دیتے تھے جواں
شور تھا ابنِ یداللہ نے جاں بخشی کی
دین و دنیا کے شہنشاہ نے جان بخشی کی

۲۹
ایک دن وہ تھا اور اک دن یہ ہے اللہ اللہ — کہ اسی طرح ہمیں پیاس میں پانی کی ہے چاہ
چشمِ امید ہو کیا سب نے پھرالی ہے نگاہ — کوئی اک جام بھی بھر کر ہمیں دیتا نہیں آہ
ہر مسلماں پہ نبی زادے کا حق ہوتا ہے
بچے روتے ہیں تو سینہ مرا شق ہوتا ہے

۳۰
کئی طفل ان میں ہیں کمسن جو موئے جاتے ہیں — دم اکھڑتا ہے مرا جب انھیں غش آتے ہیں
پانی پانی جو وہ کرتے ہیں تو شرماتے ہیں — پاس دریا ہے پہ اک بوند نہیں پاتے ہیں
سچ ہے غربت کی عجب شام و سحر ہوتی ہے
تیسرا دن ہے کہ فاقوں میں بسر ہوتی ہے

۳۱
شہ کی مظلومی پہ گریاں ہوئی ظالم کی سپاہ — عمرِ سعد نے کی پھر کے رخِ حر پہ نگاہ
بولا وہ اشہد باللہ بجا کہتے ہیں شاہ — محسن و منعم و آقا ہے مرا یہ ذی جاہ
ان کے احسان کا کیونکر کوئی منکر ہو جائے
سخن حق میں جو شک لائے وہ کافر ہو جائے

۳۲
ایک میں کیا ہوں زمانے پہ ہے احساں ان کا — ابرِ رحمت ہیں خطاپوش ہے داماں ان کا
خشک و تر پر ہے کرم خلق میں یکساں ان کا — ہے خوشحال جو غربت میں ہو مہماں ان کا
جنتی ہے جسے حاصل یہ شرف ہووے گا
جو ادھر ہوگا خدا اُس کی طرف ہووے گا

۳۳
یہ ابھی ہاتھ اٹھا کر جو دعا فرمائیں — جتنے عالم کے گنہگار ہیں بخشے جائیں
حق سے جس شے کے طلبگار ہوں فوراً پائیں — جامِ کوثر ہمیں فردوس سے حوریں لائیں
مثلِ خورشید ہے روشن وہ شرف ان کا ہے
یہ وہ بندے ہیں کہ اللہ پہ حق جن کا ہے

۳۴
ان سے قطرہ کوئی مانگے تو گہر دیتے ہیں — ہیں سخی ابنِ سخی بات پہ سر دیتے ہیں
پیٹ سائل کا یہ فاقوں میں بھی بھر دیتے ہیں — یاں تو زر دیتے ہیں فردوس میں گھر دیتے ہیں
اس مجرم کی گنہ گار کی امید ہیں یہ
ذرہ پرور جنھیں کہتے ہیں وہ خورشید ہیں یہ

۳۵
حُر سے گھبرا کے یہ بولا عمرِ سعدِ شریر — یہ تو ہے صاف طرفداریِ شہ کی تقریر
اپنے حاکم کا نہ کچھ ذکر نہ تعریفِ امیر — اللہ اللہ یہ اوصاف یہ مدحِ شبیر
سن چکا ہوں کہ تو مضطر ہے کئی راتوں سے
الفتِ شاہ ٹپکتی ہے تری باتوں سے

۳۶
نہ وہ آنکھیں نہ وہ تیور نہ وہ چتون نہ مزاج — سیدھی باتوں میں بگڑنا یہ نیا طور ہے آج
تخت بخشا ہے محمد کے نواسے نے کہ تاج — جن کو سمجھا ہے غنی دل ہیں وہ خود ہیں محتاج
کون سا باغ تجھے شاہ نے دکھلایا ہے
کہیں کوثر کے تو چھینٹوں میں نہیں آیا ہے

کیا کسی حور کا دکھلا دیا حضرت نے جمال	۳۷	مل گیا سایۂ طوبیٰ کہ جو ایسا ہے نہال
قصرِ یاقوت میں پہونچا جو ترا رنگ ہے لال		کون سے میوۂ شیریں پہ ٹپکتی ہے رال
دفعتاً حقِ نمک کو بھی فراموش کیا		کیا تجھے بادۂ تسلیم نے بیہوش کیا
یں جہاں دیدہ ہوں سب مجکو خبر ہے تیری	۳۸	قرۃ العینِ محمدؐ پہ نظر ہے تیری
ہونٹ بھی خشک ہیں اور چشم بھی تر ہے تیری		جسمِ خاکی ہے اِدھر جان اُدھر ہے تیری
راہ میں کچھ جو سلوک اور نوازش کی ہے		تو نے فرزندِ ید اللہ سے سازش کی ہے
خیر مخفی نہ رہے گا یہ قصور اور فتور	۳۹	لکھیں گے عہدۂ اخبار پہ جو ہیں مامور
حاکمِ شام ہے جابر وہ سزا دے گا ضرور		گر تجھے دار پہ کھینچے تو کچھ اُس سے نہیں دور
سب تری قوم کے سر تن سے جدا ہوئیں گے		زن و فرزند گرفتارِ بلا ہوئیں گے
نفع اس امر میں کیا جس میں ہو مردم کا ضرر	۴۰	آنکھیں نکلیں گی محبت سے جو دیکھے گا ادھر
شجرِ قامتِ سرور پہ جو ڈالے گا نظر		سر چڑھے گا ترا برچھی پہ یہ ہے اس کا ثمر
الفتِ زلف سے بھی پیچ میں تو آئے گا		خالِ رخ دیکھا تو گھر خالصے لگ جائے گا
بدرِ پیشانیِ سرورؐ کا ہے جو سر میں خیال	۴۱	تو اسی ماہ میں نقصاں ترا ہوئے گا کمال
سب میں ہو جائے گا انگشت نما شکلِ ہلال		تیر و شمشیر ہے ابرو کی محبت کا مآل
عشقِ رخسار میں رتبہ ترا گھٹ جائے گا		منہ پہ کہتا ہوں کہ چہرہ ترا کٹ جائے گا
خوف کس بات کا پیاسوں سے یہ تھرانا کیسا	۴۲	لب پہ ہر مرتبہ بیکس کی ثنا لانا کیا
ننگ کی بات ہے دشمن کی طرف جانا کیسا		ہو نبیِؐ پاک وصی جنگ میں شرمانا کیا
ابھی لے جائیں جو شبیرؑ کا سر ہاتھ لگے		خلد ہم اِس کو سمجھتے ہیں کہ زر ہاتھ لگے
حر پکارا کہ زبان بند کر او ناہموار	۴۳	قابلِ لعن ہے تو اور وہ ترا سردار
ابنِ زہراؑ ہے جگر بندِ رسولِؐ مختار		میرا کیا منہ جو کروں مدحِ امامِ ابرار
اک زمانہ صفتِ آلِ عبا کرتا ہے		آپ قرآں میں خدا اُن کی ثنا کرتا ہے
وصف ایسوں کا زباں پر کوئی کیونکر لائے	۴۴	تین سو آیے ہوں تعریف میں جن کی آئے
کسی انساں نے ہیں دنیا میں یہ رتبے پائے		اپنا محبوب و ولی جس کو خدا فرمائے
الفتِ آلِ نبیؐ میری خوش اقبالی ہے		سنگ ہے اُن کی محبت سے جو دل خالی ہے
اسفلوں سے ہے محبت تجھے اے سفلہ مزاج	۴۵	خاکِ پا اُس کا ہوں میں ہے جو سرِ عرش کا تاج
جس کو کاندھے پہ محمدؐ کے ملی ہے معراج		میرے آقا سا سخی کون ہے کونین میں آج
کیوں ترے سامنے مگردوں کہ نہیں بخشا ہے		ہاں مجھے شاہ نے فردوسِ بریں بخشا ہے

۴۶
باغ جو مجکو دکھایا اسے کیا جانے گا تو
مجکو اللہ نے بخشیں ہیں وہ حوریں خوش رو
راحتِ روح ہے جس باغ کے ہر پھول کی بو
کہ جنھیں تیرے فرشتوں نے نہ دیکھا ہو کبھو
نام کوثر کا نہ لے تو مجھے جوش آتا ہے
انھیں چھینٹوں سے تو بیہوش کو ہوش آتا ہے

۴۷
عزتِ دیں شرفِ کون و مکاں ہیں شبیرؑ
سنگ پانی ہو وہ اعجاز بیاں ہیں شبیرؑ
جانِ زہراؑ کی محمدؐ کی زباں ہیں شبیرؑ
جان کیوں ہو نہ اُدھر جانِ جہاں ہیں شبیرؑ
مہرباں ہوں تو ابھی عقدہ کشائی ہووے
وہ نہ بخشیں تو خدا تک نہ رسائی ہووے

۴۸
کیا میں اور کیا وہ ریاست مری کیا میرے عیال
واں کی املاک و زراعت کا ہو کیا مجکو خیال
جبکہ آفت میں پھنسی احمدِ مختار کی آل
یاں ہوئی جاتی ہے سادات کی کھیتی پامال
گھر کا اب دھیان نہ بچوں کا الم ہے مجکو
خانہ بربادیِ شبیرؑ کا غم ہے مجکو

۴۹
دولتِ حاکمِ دوں پر ہے ترا دار و مدار
کیا مجھے دار پہ کھینچے گا وہ ظالم غدار
دارِ دنیا سے تعلق نہیں رکھتے دیں دار
خوابِ غفلت ہے اسے میرا ہے طالع بیدار
کسی سردار نے یہ اوج نہ پایا ہوگا
دارِ طوبیٰ کا مرے فرق پہ سایا ہوگا

۵۰
ہے سرافراز سدا عاشقِ پیشانیِ شاہ
عشق آنکھوں کا ہے مردم کے لیے نورِ نگاہ
سجدے کیجے کہ ہے بیت ابروؤں کی بیتُ اللہ
ہے وہ یوسف جسے ہو مصحفِ رخسار کی چاہ
عاشقِ لب کو خدا لعل و گہر دیتا ہے
وہ دہن چشمۂ کوثر کی خبر دیتا ہے

۵۱
خالِ رخسار نہیں گوئے سعادت ہے یہ
ہوں جو آشفتۂ گیسو تو عبادت ہے یہ
مجھ سے مجرم کے لیئے مہرِ شفاعت ہے یہ
بخدا سلسلۂ بخششِ امت ہے یہ
شبِ معراجِ رسولِ دو جہاں سمجھا ہوں
اس کے ہر تار کو میں رشتۂ جاں سمجھا ہوں

۵۲
وصفِ دنداں میں رہے جس کی زباں گوہربار
شوق میں سیبِ ذقن کے جسے آئے نہ قرار
موتیوں سے دہن اُس شخص کا بھر دے غفار
حوریں غرفے سے دکھائیں اسے رنگِ رخسار
دم بدم چاہنے والوں کے لہو گھٹتے ہیں
یہ گلا وہ ہے گلے جس کے لئے کٹتے ہیں

۵۳
صدقے اس سینے پہ ہیں عاشقِ صافی سینہ
حق نما ہے تو جہاں میں ہے یہی آئینہ
خاک اُس دل پہ جو اِس سینے سے رکھے کینا
اُس کا عاشق ہو تو ہوں کور کی آنکھیں بینا
فیض پاتا ہے وہ جس دل میں ولا ہوتی ہے
چشم کو اُن کی زیارت سے جلا ہوتی ہے

۵۴
پاؤں یہ وہ ہیں کہ ان پاؤں کو جو ہاتھ لگائے
گردِ نعلینِ مبارک جو اثر اپنا دکھائے
تو سرِ دست سرافرازیِ کونین وہ پائے
توتیا ہوئے تجلیِ کحلِ جواہر شرمائے
صدقے کر دیں گے سر ان پاؤں پہ ہم ایسے ہیں
دوشِ احمدؐ پہ رہے جو یہ قدم ایسے ہیں

۵۵
غلِ خیرے بہکا نہ مجھے او ابلیس
کیا مجھے دیگا ترا حاکمِ ملعون و خسیس
یہی کونین کا مالک ہے یہی راس و رئیس
کچھ تردد نہیں کہدے کہ لکھے پرچہ نویس
ہاں سوئے ابنِ شہنشاہ عرب جاتا ہوں
لے تشکر جو نہ جاتا تھا تو اب جاتا ہوں

۵۶
کہہ کے یہ ڈاب سے غازی نے نکالی تلوار
تن کے دیکھا طرفِ فوجِ امامِ ابرار
سرخ آنکھیں ہوئیں ابرو پہ بل آئے اک بار
پاؤں رکھنے لگا تن تن کے زمیں پر رہوار
غل ہوا سیّدِ والا کا ولی جاتا ہے
لو طرفدارِ حسینؑ ابنِ علیؑ جاتا ہے

۵۷
حُر نے نعرہ کیا یا حیدرِ صفدر مدد ے
زوجِ زہراؑ مدد ے نفسِ پیمبرؐ مدد ے
وقت امداد ہے یا فاتحِ خیبر مدد ے
بندۂ آل ہوں یا خواجۂ قنبر مدد ے
تنِ تنہا ہے غلام اور بہت اظلم ہیں
آئی آواز کہ اے حر ترے حامی ہم ہیں

۵۸
مل گئی راہِ خدا واہ رے اقبال ترا
جرمِ ماضی ہوئے سب عفو خوشا حال ترا
پاک عصیاں سے ہوا نامۂ اعمال ترا
جلد جا جلد کہ شائق ہے مرا لال ترا
مرد ہے جس کی یہ ہمت یہ ارادہ ہووے
ہاں برادر تری توفیق زیادہ ہووے

۵۹
منتظر ہیں ترے سب فوجِ حسینی کے جواں
راہ تکتی ہیں تری دیر سے حورانِ جناں
درِ فردوس پہ مشتاق کھڑا ہے رضواں
شور کوثر پہ ہے شبیرؑ کا مہماں ہے کہاں
فوجِ قدسی تری ہمت کی ثنا کرتی ہے
فاطمہؑ آج ترے حق میں دعا کرتی ہے

۶۰
تو بہشتی ہے یہ کافر ہیں کلشتی اے حُر
دیکھ اب صورتِ حورانِ بہشتی اے حُر
مٹ گئی سب ترے اعمال کی زشتی اے حُر
کس تلاطم میں بچی ہے تری کشتی اے حُر
غضب اللہ کا شبیرؑ کی ناراضی ہے
پنجتن تجھ سے ہیں راضی تو خدا راضی ہے

۶۱
اور بالیدہ ہوا سن کے یہ مژدہ وہ ہزبر
اب تو اس فوج میں اک دم کی بھی تعویق ہے جبر
دلِ بیتاب پکارا کہ نہیں طاقتِ صبر
قعرِ دوزخ ہے مسلماں کے لیے صحبتِ گبر
ہاں اٹھا باگ جو شیدا ہے شہِ عالی ہے
فوجِ اللہ و نبیؐ میں تری جا خالی ہے

۶۲
سن کے یہ باگ جو لی اسپِ سبک تاز اڑا
کیا اڑا رخش کہ طاؤس بصد ناز اڑا
ڈر سے رنگِ عمرِ شعبدہ پرداز اڑا
دی پرندوں نے یہ آواز کہ شہباز اڑا
باغِ زہراؑ میں نسیمِ سحری جاتی ہے
غل تھا دربارِ سلیمانؑ میں پری جاتی ہے

۶۳
کیا دو تین رسالوں نے تعاقب ہر چند
کنے تھے شرم سے وہ لے کے جو دوڑے تھے کمند
حر کا ہاتھ اٹھا تو کیا نہ ملی گردِ سمند
یہ چھلاوہ تھا کہ آندھی یہ فرس تھا کہ پرند
کیا سبک سوئے چمن بادِ بہاری پہونچی
ہم یہیں رہ گئے واں حر کی سواری پہونچی

۶۴
یاں ہوئے علمِ امامت سے شہِ دیں آگاہ
میرے لشکر کی طرف ہے رُخِ حُرِّ ذی جاہ
ہنس کے عباسؑ سے فرمایا کہ اے غیرتِ ماہ
سب سے کہہ دو کہ نہ روکے کوئی اس شخص کی راہ
جاؤ لینے کو عجب رتبہ شناس آتا ہے
میرا مہماں مرا عاشق مرے پاس آتا ہے

۶۵
ذکر یہ تھا کہ صدا دور سے آئی اک بار
مجرم ایسا ہوں کہ عصیاں کا نہیں جس کے شمار
الغیاث اے جگر و جانِ رسولِ مختار
عفو کر عفو کر اے چشمۂ فیضِ غفار
پار دریائے خطا سے مری کشتی ہو جائے
دوزخی بھی ترے صدقے سے بہشتی ہو جائے

۶۶
کئی روزوں سے تلاطم میں ہوں اے شاہنشاہ
دست و پا گم ہیں کچھ ایسے کہ نہیں سوجھتی راہ
مدد اے نوحِ غریباں مرا بیڑہ ہے تباہ
شور کرتا ہوں کہ بتلائے کوئی جائے پناہ
ابرِ رحمت کی طرف جا یہ صدا دیتے ہیں
سب ترے دامنِ دولت کا پتا دیتے ہیں

۶۷
ترے دامن کے نثار اے مرے آقائے جلیل
دل خنک ہوئے جو نکلے کوئی کوثر کی سبیل
رحم کر رحم کہ شرمندہ ہے یہ عبدِ ذلیل
جان آجائے جو مولائے دو عالم ہوں کفیل
نہ وزیروں میں یہ ہمت نہ شہنشاہوں میں ہے
سب مرے درد کا درماں تری درگاہ میں ہے

۶۸
خلق میں آپ کے والد کے کرم ہیں مشہور
مجھ سے ہیں باگ پکڑ لینے پہ آزردہ حضور
بات میں بخشدیئے سیکڑوں بندوں کے قصور
بخشدیجے تو کرم سے نہیں کچھ آپ کے دور
یہ تو کیونکر کہوں میں لائقِ تعزیر نہیں
مگر اس سے زیادہ مری تقصیر نہیں

۶۹
اے مددگار و معینُ الضعفا اَدرِکنی
پاؤں لغزش میں ہیں اے دستِ خدا اَدرِکنی
اے خبرگیرِ گروہِ غربا اَدرِکنی
ہاتھ باندھے ہوں میں اے عقدہ کشا اَدرِکنی
دیجئے حُر کو سند نار سے آزادی کی
آئیے جلد خبر لیجئے فریادی کی

۷۰
میرے اعمال میں ہر چند سراسر ہے بدی
آپ ہیں مالکِ سرکارِ جنابِ احدی
ہوں گنہگار خدائے ازلی و ابدی
اے خداوند جہاں خُذ بیدی خُذ بیدی
جو تہی دست ہیں تکتے ہیں شہنشاہ کا ہاتھ
آپ کا ہاتھ زمانے میں ہے اللہ کا ہاتھ

۷۱
ایک یہ خستہ تن اور درپئے جاں لاکھ حریف
چھوڑ کر آپ کی سرکار کہاں جائے نحیف
اے سلیماں کہیں پامال نہ ہو مورِ ضعیف
کیجئے اب نظرِ لطف کہ ہوتا ہے خفیف
ہوں سرافراز جو اتنا ہی کرم ہو جائے
نام قنبر کے غلاموں میں رقم ہو جائے

۷۲
استغاثہ یہ کیا حُر نے جو بادیدۂ نم
خود بڑھا ہاتھوں کو پھیلائے شہنشاہِ اُمم
جوش میں آگیا اللہ کا دریائے کرم
حُر کو یہ ہاتفِ غیبی نے صدا دی اس دم
شکر کر سبطِ رسولُ الثقلین آتے ہیں
اے بہادر ترے لینے کو حسینؑ آتے ہیں

۷۳ حر نے دیکھا کہ چلے آتے ہیں پیدل شبیرؑ
دوڑ کر چوم لیے پائے شہ عرش سریر
شہ نے چھاتی سے لگا کر کہا اے باتوقیر
میں نے بخشی مرے اللہ نے بخشی تقصیر
میں رضا مند ہوں کس واسطے مضطر ہے تو
مجکو عباسؑ دلاور کے برابر ہے تو

۷۴ کس کے کیوں باندھا ہے ہاتھوں کو میں تیرا ہوں خجل
سہل کر دیں اسے گر اور کوئی ہو مشکل
بھائی آ مجھ سے بغلگیر ہو کھول کے دل
غافر و راحم و تواب ہے رب عادل
جرم سب محو کیے حق نے ترے دفتر سے
آج پیدا ہوا گویا شکم مادر سے

۷۵ حر پکارا بابی انت و امی یا شاہ
قابل عفو نہ تھے بندۂ آثم کے گناہ
مجھ سے گمراہ کو اک آن میں مل جائے یہ راہ
سب ہے صدقہ انھیں قدموں کا خدا ہے آگاہ
مہر ذرے پہ جو ہو نیرّ تاباں ہو جائے
آپ جس مور کو چاہیں وہ سلیماں ہو جائے

۷۶ کون مقدادؓ تھے سلمانؓ و ابوذرؓ تھے کون
آپ فرمائیں کہ عمارؓ دلاور تھے کون
مشہور عالم میں جو ہے مالکِ اشترؓ تھے کون
اے خداوندِ جہاں حضرتِ قنبر تھے کون
انھیں قدموں کا تصدق ہے کہ ممتاز ہوئے
اسی سرکار کے خلعت سے سرافراز ہوئے

۷۷ شہ نے فرمایا کہ خالق کی عنایت ہے یہ سب
دے کسی شخص کو بندے میں یہ مقدور ہے کب
اُس مسبب کی عنایت کے یہ سارے ہیں سبب
وہی منعم وہی محسن وہی رازق وہی رب
اپنے کیسے سے نہ دام اور درم دیتے ہیں
جب وہ خالق ہمیں دیتا ہے تو ہم دیتے ہیں

۷۸ لاکھ ہاتھ اس کے ہیں دینے کو وہ ایسا ہے جواد
ہم اسے بھولیں تو بھولیں اُسے ہر وقت ہے یاد
رزق وہ حوصلۂ حرص سے دیتا ہے زیاد
شکر معبود کا اس پر بھی نہیں کرتے عباد
وہ غنی ہے کہ ہے محتاج زمانہ اس کا
کبھی خالی نہیں رہتا ہے خزانہ اس کا

۷۹ جس قدر اس سے طلب کیجیے خوشنود ہے وہ
صاحبِ جود ہے وہاب ہے محمود ہے وہ
ہاتھ پھیلائے جو سو بار تو موجود ہے وہ
بخش دیتا ہے کہ ہم عبد ہیں معبود ہے وہ
پرورش جرم پہ بھی صبح و مسا ہوتی ہے
یاں سے ہوتی ہے خطا واں سے عطا ہوتی ہے

۸۰ کہہ کے یہ ساتھ لیے حر کو چلے شاہِ اُمم
ہاتھ میں ہاتھ تھا مہمان کا اللہ رے کرم
راس و چپ تھا قاسمؑ و اکبرؑ تھے زہے شان و حشم
سر پہ کھولے ہوئے تھے حضرتِ عباسؑ علم
دور سے اہلِ خطا تیر جو برساتے تھے
رفقا سایہ میں ڈھالوں کے لیے آتے تھے

۸۱ لائے اس عزت و حرمت سے جو مہماں کو امام
بولے عباسؑ کمر کھول اب اے نیک انجام
شہ نے فرمایا مناسب ہے کوئی دم آرام
عرض کی حرؑ نے کمر خلد میں کھولے گا غلام
فاتحہ پڑھ کے یہ شمشیر و سپر باندھی ہے
آج اس عزم پہ خادم نے کمر باندھی ہے

۸۲
ہے بہت شمر و عمر سے مجھے لڑنے کی امنگ
ایک ہی وار میں دونوں کو کروں گا چورنگ
لشکرِ شام سے پیہم چلے آتے ہیں خدنگ
شاہزادوں کی سپر ہوں کہ عبادت ہے جنگ
لیکن ایسا نہ ہو بچہ کوئی بے جاں ہو جائے
پہلے یہ تازہ غلام آپ پہ قرباں ہو جائے

۸۳
شہ نے فرمایا کہ دشوار ہے فرقت تیری
مجکو مر کر بھی نہ بھولے گی محبت تیری
وا دریغا ہوئی کچھ ہم سے نہ خدمت تیری
خیر فردوس میں ہو جائے گی دعوت تیری
آج رتبہ ترا خیلِ شہدا میں ہوگا
شب کو تو صحبتِ محبوبِ خدا میں ہوگا

۸۴
تجھ پہ مخفی نہیں ہفتم سے جو کچھ ہے مرا حال
راہیں ہر سمت کی روکے ہوئے ہیں اہلِ ضلال
قحط پانی کا ہے اس دشت میں گندم کا ہے کال
نانِ جو کا بھی ہے ملنا کسی قریے میں محال
سب کو ایذا عوضِ آب و غذا ملتی ہے
دودھ اصغرؑ کو نہ عابدؑ کو دوا ملتی ہے

۸۵
حُر نے رو کر سرِ تسلیم جھکایا با ادب
شہ نے رومال رکھا آنکھوں پہ رونے لگے سب
جب چڑھا گھوڑے پہ وہ عاشقِ سلطانِ عرب
شاہ بولے کہ عجب دوست چھٹا ہائے غضب
دم بدم یاں سے جو آوازِ بکا جاتی تھی
گریۂ آلِ محمدؐ کی صدا آتی تھی

۸۶
حُر چلا فوجِ مخالف پہ اُترا کر توسن
چوکڑی بھول گئے جس کی تگاپو سے ہرن
وہ جلال اور وہ شوکت وہ غضب کی چتون
ہاتھ میں تیغ، سپر دوش پہ، بر میں جوشن
دوسرے دوش پہ شملے کے جو بل کھاتے تھے
کاکلِ حور کے سب پیچ کھلے جاتے تھے

۸۷
زورِ بازو کا نمایاں تھا بھرے شانوں سے
دستِ فولاد دبا جاتا تھا دستانوں سے
برچھیوں اڑتا تھا دب دب کے فرس رانوں سے
آنکھ لڑ جاتی تھی دریا کے نگہبانوں سے
خودِ رومی کی جو ضو تا بہ فلک جاتی تھی
چشمِ خورشید میں بجلی سی چمک جاتی تھی

۸۸
نیزۂ حُر کی سناں پر نہ ٹھہرتی تھی نگاہ
تھا یہ ظاہر کہ نکالے ہے زباں مارِ سیاہ
قبضۂ تیغ پہ رکھے تھی سرِ عجز پناہ
آفتابی وہ سپر جس سے خجل گردۂ ماہ
قدر اندازوں کی جانوں کے اُدھر لالے تھے
تیر ترکش میں نہ تھے آگ کے پرکالے تھے

۸۹ مطلع دوم
رن میں جب شہ کی طرف سے حُرِ دیں دار آیا
کس بشاشت سے اڑاتا ہوا رہوار آیا
غل ہوا سیدِ مظلوم کا غم خوار آیا
جاں نثارِ خلفِ حیدرِ کرار آیا
طبقِ نور سرِ راہ نظر آتا ہے
جلوۂ قدرتِ اللہ نظر آتا ہے

۹۰
آنے جانے کا بہادر کے کروں کیا مذکور
پہلے کچھ اور ہی جلوہ تھا پر اب اور ظہور
اے خوشا رتبۂ فیضِ قدمِ پاکِ حضور
غل تھا آتا ہے ملک پہنے ہوئے خلعتِ نور
صحبتِ اہلِ ولا دل کو جلا کرتی ہے
مس کو اک آن میں اکسیر طلا کرتی ہے

۹۱
واہ کیا فیض ہے سرکارِ شہِ عالم میں
نور یہ حور میں دیکھا نہ بنی آدم میں
ذرّۂ خاک کو خورشید کیا اک دم میں
یہ وہی حُر جری تھا جو ابھی تھا ہم میں
تن ہے خوشبو رخِ گل رنگ تر و تازہ ہے
خاکِ نعلین مبارک کی عجب غازہ ہے

۹۲
ہر ذرہ ہے جہاں چہرۂ روشن ایسا
جز ہو بازوئے داؤدؑ کا جوشن ایسا
چاندنی جس سے کرے کسبِ ضیا تن ایسا
ہوش پریوں کے اڑے جاتے ہیں توسن ایسا
گلشنِ دہر میں لو بادِ بہاری آئی
قافلے میں غل ہے سلیمان کی سواری آئی

۹۳
حر پکارا کہ بجا کہتے ہو لا شک لا ریب
دولتِ دیں سے نہ دامن مرا خالی ہے نہ جیب
دامنِ حضرت شبیرؑ نے ڈھانپے مرے عیب
بارک اللہ کی دیتا ہے صدا ہاتفِ غیب
فیض پا کر پئے شمشیر زنی آیا ہوں
یاں سے محتاج گیا واں سے غنی آیا ہوں

۹۴
مجھکو خورشید کیا نورِ خدا کی ضو نے
بخت پائے ہیں سکندر کے غلامِ نو نے
نور بخشا پسرِ فاطمہؑ کے پرتو نے
گنج وہ لایا ہوں دیکھا جو نہ تھا خسرو نے
دور دورا آج سے میرا ہے زمانہ میرا
کبھی خالی نہیں ہووے گا خزانہ میرا

۹۵
رخِ روشن کو مرے تکتے ہو کیا حسرت سے
نور وہ ہے جسے دیکھیں نظرِ رغبت سے
مل کے آیا ہوں منہ اپنا قدمِ حضرت سے
وائے وہ لوگ جو محروم ہیں اس دولت سے
مجھکو بھی دیکھ کے بیدار نہیں ہوتے ہو
ہے غضب آنکھیں تو کھولے ہو مگر سوتے ہو

۹۶
جانِ سلطانِ رسالت کو غنیمت جانو
نورِ خالق کی زیارت کو غنیمت جانو
پسرِ شاہِ ولایت کو غنیمت جانو
نیّرِ برجِ امامت کو غنیمت جانو
ساتھ اس کے برکت خلق سے اٹھ جائے گی
پھر جو ڈھونڈھو گے یہ دولت تو نہ ہاتھ آئے گی

۹۷
اک سید کے مٹا دینے میں ہے کون سا نام
گر ہو دانا تو کہو بد ہے کہ ہے نیک کلام
اس ہوا پر ہو کہ بجھ جائے چراغ اسلام
خوش نما کب ہے وہ تسبیح نہ ہو جس میں امام
شکرِ احسانِ جنابِ احدی کرتے ہیں
پیشوا سے کہیں پیرو بھی بدی کرتے ہیں

۹۸
یہ سخن سن کے پکارا پسرِ سعدِ شریر
لیے حربوں کو بڑھا فوج کا انبوہ کثیر
ہاں طرف دارِ شہِ دیں پہ چلیں نیزہ و تیر
فاتحہ پڑھ کے جواں مرد نے کھینچی شمشیر
حر کا منہ سرخ ہوا فوجِ ستم زرد ہوئی
شعلۂ تیغ سے بجلی کی چمک گرد ہوئی

۹۹
رعد تھرا گیا نعرے جو سنے ضیغم کے
تہ و بالا ہوئیں لشکر کی صفیں جم جم کے
استخواں کانپ گئے زیرِ زمیں رستم کے
برقِ شمشیر سے ڈر ڈر کے فرس بھی چمکے
نوبتِ جنگ نہ آئی تھی کہ دل ٹوٹ گئے
برچھیاں گر گئیں ہاتھوں سے نشان چھوٹ گئے

۱۰۰

چھیڑ کر باگ فرس کو جو ذرا گرمایا
شیر سا فوجِ مخالف پہ جھپٹ کر آیا
غیظ میں اُن کے گھوڑا بھی غضب کف لایا
روند ڈالا اسے دم میں جسے سرکش پایا
اس کا قاتل تھا جو دشمن شہ عالی کا تھا
کاٹ ہر نعل میں شمشیر ہلالی کا تھا

۱۰۱

حشر برپا تھا کہ تیغ حَرِ ذی جاہ چلی
کس کرشمے سے وہ لیلئ ظفر راہ چلی
آگ برسانے کو بجلی سوئے جنگاہ چلی
گہ بڑھی گاہ پھری گاہ تھمی گاہ چلی
زخم سینوں کے گریباں کی طرح پھٹتے تھے
چال کیا تھی کہ ہزاروں کے گلے کٹتے تھے

۱۰۲

کیں صفیں صاف مگر منہ کی صفائی نہ گئی
کاٹ چھانٹ اور وہ لگاوٹ وہ رکھائی نہ گئی
کج ادائی کو نہ چھوڑا وہ لڑائی نہ گئی
سیکڑوں خون کئے اور کہیں آئی نہ گئی
شور تھا برق پئے جلوہ گری نکلی ہے
جان لینے کو اجل بن کے پری نکلی ہے

۱۰۳

جس طرف دیدۂ جوہر سے نظر کرتی ہے
چشم ہر چند کہ پتلی کو سپر کرتی ہے
پل نہ گذرے کہ صفیں زیر و زبر کرتی ہے
بے وہ طرار کہ آنکھوں میں یہ گھر کرتی ہے
اس کے افسوں سے جو ساحر ہو وہ جلجاتا ہے
سحر پریوں کا اسی طرح سے چل جاتا ہے

۱۰۴

پھونکے بجلی کو یہ اُس آگ کی ہے پرکالا
برچھیاں چل گئیں اُس پر جسے دیکھا بھالا
کاٹ جائے تو کبھی تیرنہ لے پھر کالا
آگیا دام میں جس شخص پہ ڈورا ڈالا
اس کے پانی میں کفِ مارِ سیہ گھولا ہے
باڑھ ہے یا ملک الموت نے منہ کھولا ہے

۱۰۵

آئی جس غول پہ لاشوں سے زمیں پاٹ گئی
چاٹ ایسی تھی لہو کی کہ صفیں چاٹ گئی
ہاتھ منہ صدر و کمر گردن و سر کاٹ گئی
دیکھی تیغوں کی جدھر باڑھ اُسی گھاٹ گئی
جس پہ جاتی تھی نہ بے جان لیے پھرتی تھی
ایک بجلی تھی مگر لاکھ جگہ گرتی تھی

۱۰۶

گل نئے پھولے جو برچھی پہ لگا پھل اُس کا
ڈھیر تھا خاک پہ کاٹا ہوا جنگل اس کا
زور دکھلاتا تھا ہر ضرب میں کس بل اس کا
جو بڑھا جنگ میں قصّہ ہوا فیصل اس کا
شور تھا دیکھیے کیونکر یہ بلا ٹلتی ہے
اس قدر جلد تو سیفی بھی نہیں چلتی ہے

۱۰۷

جنگ میں تیغ کو دعوی تھا کہ یکتا ہوں میں
چرخ کہتا تھا کہ یارب تہ و بالا ہوں میں
سر اُٹھایا تھا یہ گھوڑے نے کہ عنقا ہوں میں
برق کہتی تھی کہ تلوار ہے یہ یا ہوں میں
کس میں ہے یہ جو تڑپ زیرِ فلک میری ہے
تیغ کرتی تھی اشارے یہ چمک میری ہے

۱۰۸

نہ تھمی سنگ سے وہ اور نہ رُکی آہن سے
نہ اٹھی اس کی کڑی ضرب کسی جوشن سے
ہاتھ اڑا دیتی تھی پہونچوں سے تو سر گردن سے
چل گئی بادِ مخالف جدھر آئی سن سے
جوش طوفاں کا دکھا کر وہ خوش اسلوب گئی
خوں کے دریا میں ہر اک کشتئ تن ڈوب گئی

۱۰۹
کثرتِ جوہرِ ذاتی سے وہ گو جال میں تھی
تھی چمک جانے میں بجلی تو پری چال میں تھی
پر تڑپ صورتِ ماہی وہ ہی ہر حال میں تھی
کبھی مغفر میں کبھی سر میں کبھی ڈھال میں تھی
کہیں دم لینے کی مہلت تھی نہ بسمل کے لیے
تھی جگر کے لیے برچھی تو چھری دل کے لیے

۱۱۰
صید کرنے کو جدھر صورتِ شہباز آئی
غل ہوا شہپرِ شاہیں کے تلے تاز آئی
لاکھ تڑپا وہ نہ بے جان لیے باز آئی
اڑ گیا طائرِ جاں اور نہ آواز آئی
گرچہ قبضے میں لیے تھی اسے پر چھوڑ دیا
تھا زبس صیدِ زبوں کاٹ کے سر چھوڑ دیا

۱۱۱
آب نے آتشِ سوزاں کا اثر دکھلایا
باڑھ نے جادۂ صحرائے سقر دکھلایا
تاب نے مرگِ مفاجات کا گھر دکھلایا
گھاٹ نے آئینۂ فتح و ظفر دکھلایا
تیغ کہتی تھی درِ فتح کی مفتاح ہوں میں
قول قبضے کا یہ تھا قابضِ ارواح ہوں میں

۱۱۲
خم وہ پایا تھا کہ شرمائے ہلالِ مہِ عید
برش ایسی تھی کہ کٹ کٹ گئی سب فوجِ یزید
حُر کے ہاتھ آ گئی تھی گلشنِ جنت کی کلید
جامۂ کفر کے پرزے بھی ہوئے قطع و برید
نہ بچا تارِ نفس خلق میں جینے کے لیے
چاک زخموں کے فقط رہ گئے سینے کے لیے

۱۱۳
کئی حملے کیے پیہم جو کمانداروں پر
چٹکیاں سب کی دھری رہ گئیں سوفاروں پر
چل گئے تیرِ ملامت کے جفاکاروں پر
رُخ پھرا تھا کہ گری برق ستم گاروں پر
جل کے خرمن ہوا یوں خاک کہ خوشہ نہ ملا
کشمکش میں کہیں چھپنے کو بھی گوشہ نہ ملا

۱۱۴
نیزۂ فوجِ ستمگار تھے دیکھے بھالے
گرچہ تھے جان لڑائے ہوئے لڑنے والے
دم میں اِس شیرِ نیستاں نے قلم کر ڈالے
آفتِ مرگ کو سر سے کوئی کیونکر ٹالے
جب سواروں کے پرے جنگ پہ تل جاتے تھے
بند سب ناخنِ شمشیر سے کھل جاتے تھے

۱۱۵
الفِ گرز کو کر دیتی تھی ہر ضرب میں دال
کبھی برچھی کی انی تھی تو کبھی تیر کی پھال
تھی نئی آمد و رفت اور نئی طرح کی چال
کبھی تلوار کبھی خنجرِ بُرّاں کبھی ڈھال
ضرب کو روک کے دشمن کو فنا کرتی تھی
دم بہ دم فوجِ ستم گر بھی ثنا کرتی تھی

۱۱۶
شور تھا آگ ہے تلوار میں یا پانی ہے
ضرب میں فرد ہے یہ زور میں لاثانی ہے
جل بجھی کشتیِ تن خون میں طوفانی ہے
کہتا تھا حشر یہ فقط قوتِ ایمانی ہے
زور تھا مجھ میں نہ ایسا نہ دعا کی طاقت
سب ہے یہ سبطِ پیمبر کی دعا کی طاقت

۱۱۷
کہہ کے یہ فوج میں پھر تشنہ جگر ڈوب گیا
لشکرِ شام کے بادل میں قمر ڈوب گیا
ورطۂ قلزمِ آفت میں گہر ڈوب گیا
کشمکش تھی کہ عرق میں گلِ تر ڈوب گیا
تھا کبھی شیر سا بپھرا ہوا شمشیروں میں
کبھی نیزوں کے نیستاں میں کبھی تیروں میں

۱۱۸
گہ چھپا اور گہے نکلا وہ مہِ برجِ شرف
گہے اس صف میں در آیا گہے روندی وہ صف
گہے دریا کے کنارے گہے صحرا کی طرف
گہے نعرہ تھا کہ صدقے ترے یا شاہِ نجف
جتنے مجروح تھے دم اُن کے نکل جاتے تھے
شیر بھی نامِ علیؑ سن کے دہل جاتے تھے

۱۱۹
نخل تھراتے تھے سب گونج رہا تھا جنگل
سرکی جاتی تھی زمیں رن کی غضب تھی ہل چل
کوند جاتی تھی سروں پر جو وہ شمشیرِ اجل
منہ کے بل گرتا تھا کوئی تو کوئی فرق کے بل
حشر برپا تھا سواروں پہ فرس ٹوٹتے تھے
دو پہ چار ایک پہ دو پانچ پہ دس ٹوٹتے تھے

۱۲۰
بڑھ کے فرماتے تھے عباسؑ ربِ عزت و جاہ
بارک اللہ کی دیتا تھا صدا دلبرِ شاہ
کہتے تھے ابنِ حسنؑ واہ جری غازی واہ
شاہ ہر ضرب پہ فرماتے تھے ماشاء اللہ
اپنی جاں بازی کا غازی جو صلہ پاتا تھا
مسکراتا ہوا تسلیم کو جھک جاتا تھا

۱۲۱
حیف جھکنے میں لعینوں نے جو فرصت پائی
سامنا چھوڑ کے سب فوج عقب سے آئی
لاکھ خوں ریز اِدھر اور اُدھر تنہائی
باگ گھوڑے کی پھرانا تھا کہ برچھی کھائی
آگیا موت کے پنجے میں نہ کچھ دیر لگی
فرق پر گرز لگا دوش پہ شمشیر لگی

۱۲۲
سینہ غربال ہوا تیر چلے اعدا کے
رکھ دیا شیر نے قربوس پہ سر نہوڑا کے
علی اکبرؑ نے یہ حضرت سے کہا چلّا کے
گر ہو ارشاد تو مہماں کو بچاؤں جا کے
خادمِ حضرتِ زہراؑ و علیؑ گرتا ہے
خاک پر اب وہ سعیدِ ازلی گرتا ہے

۱۲۳
شاہ رونے لگے یہ سنتے ہی مہماں کی خبر
ہوگئی آنسوؤں سے ریشِ مبارک سب تر
علی اکبرؑ سے کہا تم ابھی ٹھہرو دلبر
حُرؑ کی امداد کو ہم جائیں گے اے نورِ نظر
کس سے اس وقت کہوں میں جو قلق مجھ پر ہے
لاش اٹھاؤں گا کہ مہماں کا حق مجھ پر ہے

۱۲۴
عرض کی حضرت عباسؑ نے جاتا ہے غلام
جوشِ رقت میں کہا شہ نے نہیں اے گلفام
میری الفت میں ہوا قتل حُرِؑ نیک انجام
دوست کیسے جو بُرے وقت میں ہم آئے نہ کام
اس پہ جب سخت گھڑی ہوگی تو کام آویں گے
لاش کیا قبر میں مہماں کی ہم جاویں گے

۱۲۵
اس کے لاشے پہ نہ جائیں یہ مروت سے ہے دور
اس سے ہم شاد ہوئے وہ بھی تو ہو کچھ مسرور
قصرِ خلد اس کو دکھائیں کہ ہوئے عفو قصور
سرخ رو جاتا ہے دنیا سے وہ خالق کے حضور
ایسا ذی رتبہ کوئی خلق میں کم نکلے گا
میرے مہماں کا مری گود میں دم نکلے گا

۱۲۶
یہ سخن کہہ کے چلے رن کو جنابِ شبیرؑ
واں گرا خاک پہ گھوڑے سے حرؑ با توقیر
دیکھ کر شاہ کو آتے ہوئے بھاگے بے پیر
پہونچے لاشے پہ امامِ دو جہاں وقتِ اخیر
چمنِ ہستیِ مہماں کو اجڑتے دیکھا
ایڑیاں خاک پہ زخمی کو رگڑتے دیکھا

١٢٧ گر کے لاشے کے برابر یہ پکارے سرور
گر گیا تجھ کو لگا ٹوٹ گئی میری کمر
میرے مہمان و مددگار و معین و یاور
گر پڑے گھوڑے سے اور آہ نہ کی ہم کو خبر
دوست کے ہجر میں کب دوست کو چین آیا ہے
کھول دے چشم کو بھائی کہ حسینؑ آیا ہے

١٢٨ واہ رے حُرِ جری میں تری جرأت کے فدا
ہے یہ بیکس ترا شرمندۂ احسان بخدا
اِسکو کہتے ہیں محبت اِسے کہتے ہیں وفا
بس یہی بھائی بھی کرتے ہیں جو کچھ تو نے کیا
حق تعالیٰ بچمنِ خلد میں گھر دے بھائی
اِس ریاضت کا خدا تجھ کو ثمر دے بھائی

١٢٩ حُر کو چونکا کے حبیب ابنِ مظاہرؑ نے کہا
دیکھ دیدارِ جگر بندِ جنابِ زہراؑ
آپ بیتاب ہیں اے حُرِ جری ہوش میں آ
کوچ درپیش ہے یہ وقت نہیں غفلت کا
دم رکا ہے تو اشارے سے وصیت کر لے
نزع میں نورِ الٰہی کی زیارت کر لے

١٣٠ کسی آقا نے کبھی کی ہے یہ توقیرِ غلام
بھائی فرماتے تھے شفقت سے شہِ عرش مقام
دیکھ تو رحم ترے واسطے روتے ہیں امام
اے خوشا حال خدا سب کا کرے نیک انجام
حشر تک خلق میں یہ ذکرِ غم انگیز رہا
تو تو بچپن کے غلاموں سے بھی کچھ تیز رہا

١٣١ نیم وا چشم سے حُرؑ نے رخِ مولا دیکھا
مسکرا کر طرفِ عالمِ بالا دیکھا
زیرِ سر زانوئے شبیرؑ کا تکیا دیکھا
شہ نے فرمایا کہ اے حُرِ جری کیا دیکھا
عرض کی حسنِ رخِ حور نظر آتا ہے
فرش سے عرش تلک نور نظر آتا ہے

١٣٢ باغِ فردوس دکھاتا ہے مجھے اپنی بہار
شاخ سے میری طرف بڑھتے ہیں میوے ہر بار
صاف نہریں ہیں رواں جھوم رہے ہیں اشجار
حوریں لاتی ہیں جواہر کے طبق بہرِ نثار
ہے یہ رضواں کی صدا دھیان کدھر تیرا ہے
دیکھ اے شاہ کے مہمان یہ گھر تیرا ہے

١٣٣ مجھ کو لینے چلے آتے ہیں فرشتے یا شاہ
خلد سے شیرِ خدا نکلے ہیں اللہ اللہ
ملک الموت بھی کرتا ہے محبت کی نگاہ
لو برآمد ہوئے شبرؑ بھی پدر کے ہمراہ
ننگے سر احمدِ مختارؐ کی پیاری آئی
دیکھیے آپ کے نانا کی سواری آئی

١٣٤ قبلہ رو کیجیے لاشہ مرا اے قبلۂ دیں
کوچ نزدیک ہے اے بادشہِ عرش نشیں
پڑھیے یٰسین کہ اب ہے یہ دمِ باز پسیں
لیجیے تن سے نکلتی ہے مری جانِ حزیں
بات بھی اب تو زباں سے نہیں کی جاتی ہے
کچھ اڑھا دیجیے مولا مجھے نیند آتی ہے

١٣٥ کہہ کے یہ گود میں شبیرؑ کے لی انگڑائی
شہ نے فرمایا ہمیں چھوڑ چلے کیوں بھائی
آیا ماتھے پہ عرق چہرے پہ زردی چھائی
چل بسا حُرِ جری پھر نہ کچھ آواز آئی
طائرِ روح نے پرواز کی طوبیٰ کی طرف
پتلیاں رہ گئیں پھر کر شہِ والا کی طرف

۱۳۶
لاش اٹھا کر شہِ دیں خیمے کے در پر لائے
پاؤں یہاں کے سنبھالے علی اکبرؑ آئے
غل ہوا خیمۂ عصمت میں کہ سرورؑ آئے
پیچھے پردے کے حرم کھولے ہوئے سر آئے
دخترِ فاطمہؑ سامانِ عزا کرنے لگی
فضہ پردے سے ادھر آ کے بکا کرنے لگی

۱۳۷
شاہ چلائے کہ اے زینبؑ و اُمِ کلثومؑ
ہم بھی مظلوم ہیں مہماں بھی ہوا ہے مظلوم
ماں ہے یاں اس کی نہ خواہر یہ تمہیں ہے معلوم
کون لاشے پہ کرے نالہ و فریاد کی دھوم
اجر ہوگا تمہیں اشکوں سے جو منہ دھوؤ گی
اس کو یوں روؤ کہ جس طرح بھیّے روؤ گی

۱۳۸
کہہ دو کبریٰؑ سے کہ ماتم کے لیے کھول دے سر
روئے نادان سکینہؑ اے عموؑ کہہ کر
جاں گزا بین کرے بانوئے تفتیدہ جگر
ہم ادھر لاش پہ ماتم کریں تم روؤ اُدھر
غل ہے فریاد کا آوازِ بکا آتی ہے
سن لو ماں کے بھی رونے کی صدا آتی ہے

۱۳۹
میری جانب سے کہو لاش پہ آئیں سجادؑ
بعد مرنے کے ہو تا روح مرے دوست کی شاد
یہ وصیت مرے شیعوں کو ہے رکھیں اِسے یاد
نام حُرؑ سن کے کریں آہ و فغان و فریاد
جس عزاخانے میں وہ تعزیہ میرا رکھیں
اس کا ماتم بھی اسی بزم میں برپا رکھیں

۱۴۰
دوست کے دوست کا غم دوست سدا کرتے ہیں
حق محبت کا وفادار ادا کرتے ہیں
فاتحہ دیتے ہیں سامانِ عزا کرتے ہیں
غیر مر جاتا ہے گھر میں تو بکا کرتے ہیں
تھا یہ وہ دوست کہ جاں اس پہ فدا ہوتی ہے
فاطمہؑ اپنا پسر کہہ کے اسے روتی ہے

۱۴۱
سن کے یہ شور ہوا حُرؑ دلاور ہے ہے
اے مددگارِ جگر بندِ پیمبر ہے ہے
خوں میں سب تر ہے ترا روئے منور ہے ہے
تشنہ و بیکس و مظلوم کے یاور ہے ہے
ادھر آنا تھا کہ تیری اجل آئی بھائی
گھر میں سادات کے دعوت بھی نہ کھائی بھائی

۱۴۲
بس انیسؔ اب یہ دعا مانگ کہ اے ربِ عباد
لکھنؤ کے طبقے کو تو سدا رکھ آباد
رونے والے شہِ والا کے رہیں خلق میں شاد
اُن کے سائے میں برومند ہو اُن کی اولاد
عشرۂ ماہِ عزا نالہ کشی میں گزرے
سال بھر شہ کے غلاموں کو خوشی میں گزرے

رباعی

افسوس زمانے کا عجب طور ہوا
کیوں چرخِ کہن آہ نیا دور ہوا
بس یاں سے کہیں اور چلو جلد انیسؔ
اب یاں کی زمیں اور فلک اور ہوا